HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

احمد فراز اور پروین شاکر کی نظم میں مستعمل استعارات کا تقابلی جائزہ

Dr.Ghulam Yasin
Assistant Professor
Lahore Leades University, Lahore
Dr.Usmania Sultana
Ph.D Scholar
Lahore Leades University, Lahore
Dr.Shahaeen Zaidi
82.C, Vellencia Town, Lahore

Abstract:

"Metaphor is like a soul in Prose and Poetry.Ahmad Faraz's Poems presents the Metaphors in such Manners that he is protesting againt political, religious, economical and social ill just. While Parween Shakir's Metaphor structure is based on her innocent feelings and eomotions. Parween Shakir's eyes are full of tears, in which she has silent protest. So we can say that both Authors has his and her own style of Metaphor in their poems.

Key Words:

"بحرالفصاحت، علمِ بیان، تشبیہ،استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ، موازنہ انیس ودبیر، جمالیاتی وجود، مضمون آفرینی، نازک خیالی، تازہ گوئی، معصوم جذبے اوراحساسات، چانداورچاندنی ،موتیے، گلاب، بارش ،دھنک کے رنگ، تتلیاں، پھول، رنگ، ہوائیں، خوشبوئیں، چڑیاں۔ساہوکار، فلاکت، مسیحائی، صلیبیں، بھٹکتا بادل، پیاسی آنکھیں، سفید فام، قدح خواری، ہلکی سنہری جلد، سورج مکھی، ابر گریزپا، فرازِ کوہ، سیال چاندی، نگارِ زندگی، خوابِ سیمیں، عکسِ سپہرِ لاجوردی"

فرہنگِ آصفیہ میں علمِ بیان کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ علمِ بیان یاکلام(ع)اسم مذکر۔علمِ خطابت۔ گفتگو کرنے کا علم ہے۔

مولوی نجم الغنی رام پوری صاحبِ ''بحرالفصاحت'' کہتے ہیں کہ علمِ بیان؛ یہ ایسے قاعدوں کا نام ہے کہ اگرا گرکوئی ان کو جانے اوریاد رکھے توایک معنی کوکئی طریق سے عباراتِ مختلفہ میں اداکرسکتاہے جن میں سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہے۔ان کے خیال میں علمِ بیان کامقصدِاصلی صرف دوچیزیں ہیں؛مجاز اورکنایہ۔لیکن استعارے کو سمجھناہو توپہلے تشبیہ کو سمجھناضروری ہے۔

احسان اللہ ثاقب نے علمِ بیان سے وہ علم مرادلیاہے جس میں تشبیہ،استعارہ،مجازِمرسل اورکنایہ کی مدد سے کلام میں خوب صورتی اورتاثیرپیداکی جاتی ہے۔ مولانا حالی نے ''مقدمہ شعروشاعری ''میں استعارے کوبلاغت کارکنِ اعظم کہاہے۔ جب کہ شبلی نے''موازنہ انیس ودبیر''میں تشبیہ اوراستعارہ دونوں کوکلام کازیور گرداناہے۔

بابائے اردو ڈاکٹرمولوی عبدالحق کے خیال میں مجازمیں بہ نسبت حقیقت کے،کنایہ میں بہ نسبت تصریح کے اور استعارے میں بہ نسبت تشبیہ کے زیادہ بلاغت اورلطفِ سخن ہے۔ان تشبیہات واستعارات کا بعینہٖ ایساہے جیسے بلور میں شعاعِ آفتاب گزرکرطرح طرح کے رنگ پیداکرتی ہے۔

لطف الرحمٰن،احمد فراز کی استعارہ سازی کی اساس بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فراز کا ہر شعر خواہ وہ کسی تجربے اوراحساس کی تصویر کشی ہو،اپنا مخصوص جمالیاتی وجود رکھتا ہے۔ مضمون آفرینی، نازک خیالی اور تازہ گوئی اس کی استعارہ سازی میں اساسی کردار ادا کرتی ہے۔ فراز اپنی معنوی دنیا کی سیاحت کا انوکھا مصور ہے۔"(1)

آفتاب عرشی نے احمد فراز کے استعاراتی نظام کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

"فراز کے استعارے زیادہ تر علامتی لباس پہنے ہوئے ہیں اور استعارے کی کام یابی کے ضامن ہیں جو علامت کے طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔"(2)

حسن ظہیر، احمد فراز کی استعارہ سازی کو ان کی شاعری کی جان قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"احمد فراز کی شاعری میں علم بیان کی اہم شاخ استعارہ سے متعلق کئی ایک دل چسپ اور قابل داد و تحسین اشعار ملتے ہیں جو فراز کی شعری اٹھان میں اضافے کا باعث بنے ہیں فراز کہیں رومانوی تو کہیں احتجاجی لہجے میں استعارے سے کام لیتے ہیں۔"(3)

ماہنامہ "چہار سو" میں "استعارہ" کو احمد فراز کی شاعری کی بنیاد قرار دیا گیا ہے:

"محبت احمد فراز کی شاعری کا بنیادی استعارہ ہے اور اس بارے میں حاسدانِ فراز بھی اختلاف نہیں کرتے۔"(4)

خواب تو روشنی ہیں نوا ہیں ہوا ہیں
جو کالے پہاڑوں سے رکتے نہیں
ظلم کے دوزخوں سے بھی پھکتے نہیں(5)

مندرجہ بالا شعری متن میں احمد فراز نے "ظلم کے دوزخ" کو لامتناہی مصائب و آلام کا استعارہ بنایا ہے۔

اس مریم کا جس کی عفت
لٹتی ہے بھرے بازاروں میں
اس عیسا کا جو قاتل ہے
اور شامل ہے غم خواروں میں(6)

مندرجہ بالا بند میں شاعر نے "مریم" کو مظلوم عورت اور "عیسا" کو نام نہاد مسیحا سے تعبیر کیا ہے۔

سحر کے سورج
میں رو رہا ہوں
کہ میرا مشرق لہو لہو ہے(7)

مندرجہ بالا شعری متن میں "سورج" اور "مشرق" کے الفاظ بہ طور استعارہ استعمال ہوئے ہیں۔

وہ چاند تھا میرے بازوؤں میں
آغوش تھا آسمان میرا(8)

ان دو مصرعوں میں "چاند" خوب صورت محبوب کا استعارہ ہے۔

ہم راکھ لیے ہیں جھولی میں
اور سر پہ ہے ساہوکار کھڑا(9)

مذکورہ دو مصرعوں میں "ساہوکار" کا لفظ بہ طور استعارہ استعمال ہوا ہے۔

تم نے دنیا کے خوابوں کی جنت بُنی

خود فلاکت کے دوزخ میں جلتے رہے(10)

مذکورہ بالا دو مصرعوں میں "جنت" اور "دوزخ" جیسے متضاد الفاظ کو استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

تم نے دُکھتے دلوں کی مسیحائی کی

اور زمانے سے تم کو صلیبیں ملیں(11)

مندرجہ بالا شعری متن میں "صلیبیں ملنا" بے شمار دکھ درد ملنے کا استعارہ ہے۔

دور اک شہر سے جب کوئی بھٹکتا بادل

میری جلتی ہوئی بستی کی طرف آئے گا

کتنی حسرت سے اسے دیکھیں گی پیاسی آنکھیں

اور وہ وقت کی مانند گزر جائے گا(12)

شاعر نے مندرجہ بالا بند میں "بادل"، جلتی ہوئی بستی "اور پیاسی آنکھیں" جیسے الفاظ بہ طور استعارہ استعمال کیے ہیں۔

روبرو ہیں مرے سب میرے تراشے ہوئے بُت

میرے شہکار مرے نفس پرانے سارے

کون جانے کہ یہ کن خوابوں کی تعبیریں ہیں

یوں تو اظہارِ غمِ جاں کے بہانے سارے(13)

مذکورہ بند میں "بُت" خوب صورت محبوب کا استعارہ ہے۔

یہ شرط نامہ جو دیکھا تو ایلچی سے کہا

اسے خبر نہیں تاریخ کیا سکھاتی ہے

کہ رات جب کسی خورشید کو شہید کرے

تو صبح ایک نیا سورج تراش لاتی ہے(14)

مندرجہ بالا بند میں "خورشید" اور "سورج" کے کسی عظیم شخصیت کا استعارہ بنایا گیا ہے۔

جہاں سفید فام

چھٹی کے روز

آسودگی سے قدح خواری کرتے ہیں۔۔۔۔۔

وہاں

حیرت کی بات ہے

کالے آدمی

جانوروں کی سی

کمر توڑ دینے والی مشقت کے باوجود

گیت گا رہے ہیں(15)

اس بند میں "سفید فام" انگریز اور گورے لوگوں کا اور "کالے آدمی" ایشیا اور افریقا سے تعلق رکھنے والے افراد کا استعارہ ہیں۔

محمود حسین لون، پروین شاکر کی علامات، تشبیہات اور استعارات کے ضمن میں رائے دیتے ہیں:

"پروین شاکر کے یہاں عورت کی خوشیاں غم، دکھ سکھ، جذبے، احساس، علامتوں، تشبیہوں اور استعاروں کی شکل میں اظہار پا گئے ہیں۔(16)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

طاہرہ سید نے پروین شاکر کی تشبیہات واستعارات کے بارے میں لکھا ہے:

"پروین شکر کی "خوشبو" والی شاعری ایک نوعمر لڑکی کے "پہلے پہل" کے جذبوں کی مہک سے مزین ہے۔ معصوم جذبے اور احساسات چاند اور چاندنی موتیے، گلاب، بارش اور دھنک کے رنگوں، تتلیوں کی شکل میں تشبیہ واستعارات کا روپ دھار کر اظہار کرتے ہیں۔"(17)

محمد فرحان خان نے پروین شاکر کی شاعرانہ خصوصیات اور برتی گئی اصنافِ شعر کا احاطہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"پروین شاکر کی نظم مختلف موضوعات، خیالات و تفکرات کا فنی اظہار ہیں۔۔۔علامات واستعارات پر ان کی گہری نگاہ ہے موقع محل کی مناسبت سے انھوں نے بہتر علامتوں کو سلیقے سے برتنے کی کوشش کی ہے۔ پھولوں، تتلیوں، رنگ، ہواؤں، خوشبوؤں، چڑیوں سے فطری رشتہ جوڑ کر عام نسوانی کردار کو تخلیقی قوت عطا کر دی ہے۔"(18)

میرا بھی اک سورج ہے
جو میرا تن چھو کر مجھ میں
قوسِ قزح کے پھول اگائے (19)

مندرجہ بالا بند میں پروین شاکر نے اپنے محبوب کے لیے "سورج" کا استعارہ استعمال کیا ہے۔

آج میں اپنے ملبے پر بیٹھی
سوچ رہی ہوں
ٹپکتی ہوئی چھت
اور گرتی ہوئی دیواروں نے
کتنے بھیڑیوں کو
مجھ سے دور رکھا تھا!"(20)

درج بالا بند میں "بھیڑیا" کو درندہ صفت انسان کا استعارہ بنا دیا گیا ہے۔

ہر آہٹ پر کھڑکی کھولی
ہر دستک پر آنکھ
چاند نہ میرے آنگن اترا
سپنے ہو گئے راکھ
ساری عمر جلاؤ گے؟
پردیسی، کب آؤ گے؟(21)

درج بالا متن میں "چاند" خوب صورت محبوب کا استعارہ ہے۔

گلہ کم گوئی کا مجھ سے بجا ہے
لیکن اے جانِ سخن!
تو نے کبھی سوچا
کہ تیری سمت جب میں آنکھ بھر کر دیکھتی ہوں تو
مری ہلکی سنہری جلد کے نیچے
اچانک

اتنے ڈھیروں ننھے ننھے سے دیے کیوں جلنے لگتے ہیں؟(22)

پروین شاکر نے مندرجہ بالا شعری متن میں "دیے" کو آنسوؤں کی بوندوں سے تعبیر کیا ہے۔

سبز دنوں کا سب سے تناور پیڑ

ہوا کے آگے اب بے بس ہے

پتے اک اک کر کے گرتے جاتے ہیں(23)

اوپر دیے گئے متن میں پشاعرہ نے "تناور پیڑ"، "ہوا" اور "پتے" کے الفاظ بہ طور استعارہ استعمال کیے ہیں۔

روشنی کی ننھی سی کرن بھی

مجھے سجھائی نہیں دیتی

کیا اس عمر میں آکر مجھ کو سورج مکھی ہوا ہے

یا میرے وجدان کا کہنا سچ ہے

کہ سورج قتل ہوا ہے!(24)

شاعرہ نے مندرجہ بالا بند میں "روشنی کی کرن"، "سورج مکھی" اور "سورج" کے الفاظ کو استعاراتی انداز میں استعمال کیا ہے۔

چاندی کا یہ تار

میرے سیہ بالوں میں

گھڑی گھڑی بجلی کی طرح چمکتا ہے

سوتے جاگتے اس لشکارے کی زد میں رہتی ہوں!(25)

پروین شاکر نے مذکورہ بند میں "چاندی کا تار" کو سفید بالوں کا استعارہ بنایا ہے۔

بھیڑیے!

میرے چاروں طرف بھیڑیے

آنکھیں حلقوں سے باہر

زبانیں بھی نکلی ہوئی

دھونکنی کی طرح سانس چلتی ہوئی

میرے اطراف حلقہ کیے

میری غفلت کے یوں منتظر

جس طرح کوئی ماہر شکاری(26)

اس بند میں "بھیڑیے" کا لفظ کسی درندہ صفت انسان کے استعارہ کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔

سمٹی ہوئی اس کے بازوؤں میں

تا دیر میں سوچتی رہی تھی

کس ابر گریز پا کی خاطر

میں کیسے شجر سے کٹ گئی تھی

کس چھاؤں کو ترک کر دیا تھا(27)

نسوانیت کی مؤثر آواز پروین شاکر نے مذکورہ بالا اشعار میں "ابرِ گریز پا"، "شجر" اور "چھاؤں" جیسے الفاظ بہ استعارہ استعمال کیے ہیں۔

فرازِ کوہ سے گرتی ہوئی سیال چاندی

نگارِ زندگی کا خوابِ سیمیں
طلسمِ آب میں عکسِ سپہرِ لاجوردی دم بخود ہے(28)

مذکورہ بالا بند میں "سیال چاندی" کو "خوابِ سیمیں" کا استعارہ بنایا گیا ہے۔

حاصلِ مطالعہ یہ ہے کہ احمد فراز کی نظم میں ساہوکار، فلاکت، مسیحائی، صلیبیں، بھٹکتا بادل، پیاسی آنکھیں، سفید فام، قدح خواری، ہلکی سنہری جلد، سورج مکھی، ابرِ گریزپا، فرازِ کوہ، سیال چاندی، نگارِ زندگی، خوابِ سیمیں، عکسِ سپہرِ لاجوردی جیسے استعارات ان کے ہاں احتجاجی انداز کو نمایاں کر رہے ہیں جب کہ پروین شاکر کے ہاں چاند اور چاندنی موتیے، گلاب، بارش، دھنک کے رنگ، تتلی، پھول، رنگ، ہوا، خوشبو، چڑیا کے استعارات ان کے نازک جذبات و احساسات کا آئینہ ہیں۔ پروین شاکر کی آنکھیں بھیگی ہوئی ہیں جن میں ایک خاموش احتجاج بھی دکھائی دیتا ہے۔ جہاں احمد فراز اور پروین شاکر کے استعارات کے لیے الفاظ کے انتخاب میں یکسانیت کے بجائے اختلاف دکھائی دیتا ہے وہاں دونوں کی نظم جداگانہ لہجہ بھی رکھتی ہے۔

حوالہ و حواشی

1۔ لطف الرحمٰن، پروفیسر، مضمون "احمد فراز کی شعریات"، مشمولہ: احمد فراز: فن و شخصیت، مرتبہ: کان پور، جگر اکیڈمی (رجسٹرڈ)، 2009، ص30
2۔ آفتاب عرشی، ڈاکٹر، احمد فراز کی شاعری کا تنقیدی جائزہ، نئی دہلی، جی۔ این۔ کے۔ پبلی کیشنز، 2022، ص70
3۔ حسن ظہیر، احمد فراز کی شاعری کا فنی مطالعہ: بیان وبدیع کے تناظر میں، مقالہ مملوکہ: فیکلٹی آف لینگویجز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، 2021، ص34
4۔ ماہنامہ "چہار سو"، جلد3، شمارہ: 30۔31، جنوری۔ فروری 1995
5۔ احمد فراز، جاناں جاناں، مشمولہ: کلیاتِ احمد فراز، مرتبہ: فاروق ارگلی، نئی دہلی، فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، طبع سوم: 2010، ص40
6۔ ایضاً، ص49
7۔ ایضاً، ص59
8۔ ایضاً، ص169
9۔ ایضاً، ص188
10۔ ایضاً، ص294
11۔ ایضاً، ص296
12۔ ایضاً، ص355
13۔ ایضاً، ص521
14۔ ایضاً، ص654
15۔ ایضاً، ص901
16۔ محمود حسین لون، پروین شاکر: شخصیت اور شاعری، اجمیر راجستھان، بھگونت یونیورسٹی، س۔ن، ص86
17۔ طاہرہ سید، پروین شاکر کی شاعری، مقالہ مملوکہ: شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی، حضرت بل سرینگر، 2012، ص112
18۔ محمد فرحان خان، پروین شاکر کی شخصیت اور شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، مقالہ مملوکہ: سینٹر آف ایڈوانسڈ سٹڈی، شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، 2020، ص57۔158
19۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (کلیات)، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1995، ص40
20۔ ایضاً، ص188
21۔ ایضاً، ص347

22۔ ایضاً ،ص425
23۔ ایضاً ،ص529
24۔ ایضاً ،ص621
25۔ ایضاً ،ص783
26۔ ایضاً ،ص862
27۔ ایضاً ،ص927
28۔ ایضاً ،ص941